مسئلہ ملکیتِ زمین اور اسلام

مؤلف

چوہدری صادق علی مرحوم

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

مسئلہ ملکیتِ زمین اور اسلام

مؤلف

چوہدری صادق علی مرحوم

شائع کردہ

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون : ۳۔۵۸۶۹۵۰۱

نام کتاب ـــــــــــــــ مسئلہ ملکیت زمین اور اسلام
بار اول ـــــــــــــــ ۲۲۰۰
تاریخ اشاعت ـــــــــــــــ مئی ۱۹۹۶ء
ناشر ـــــــــــــــ ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
مقام اشاعت ـــــــــــــــ ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰
فون : ۳-۵۸۶۹۵۰۱
مطبع ـــــــــــــــ شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
قیمت ـــــــــــــــ ۵ روپے

پیش لفظ

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سیاسی سطح پر ہمارے قومی خلفشار اور ملک کے سسٹم میں موجود لاتعداد برائیوں اور خرابیوں کی جڑ موجودہ جاگیرداری نظام ہے جو پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے پچاس برس بعد بھی آج جوں کا توں قائم ہے۔ اس نظام کے تار و پود بکھیرنے اور نئے منصفانہ بندوبست اراضی کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ یہ مسئلہ ہے کہ آیا پاکستان کی اراضی کو قومی ملکیت قرار دینے اور جاگیرداروں سے ان کی جاگیریں سلب کر کے غریب کسانوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی شرعی جواز موجود ہے بھی یا نہیں؟ زیر نظر مقالے میں صاحب مقالہ نے مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے کہ پاکستان کی اراضی جاگیرداروں اور زمینداروں کی ملکیت نہیں ہیں بلکہ عامتہ المسلمین کے لئے وقف ہیں۔ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تاریخی اجتہاد ہی دراصل سارے مسئلہ کا حل ہے۔ احباب جانتے ہیں کہ اس ضمن میں مرکزی انجمن کے صدر موسس کا موقف بھی یہی ہے جس کا اظہار وہ گاہے بگاہے اپنے خطابات و تقاریر میں کرتے رہتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف کی وضاحت اور پر زور تائید زیر نظر مقالے کے ذریعے عمدگی سے ہوتی ہے۔

تاہم ہمیں حیرت ہے کہ صاحب مقالہ نے اپنے مذکورہ موقف کی تائید میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مشہور کتاب "مالابد منہ" کا حوالہ نہیں دیا جس میں قاضی صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ ہندوستان کی اراضی کو عشری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قاضی صاحب کا شمار برصغیر کی ان چند نامور شخصیات میں ہوتا ہے جو ایک طرف علوم دینیہ یعنی علم تفسیر، فقہ اور کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور دوسری جانب تصوف و احسان کے میدان میں بھی درجہ کمال پر فائز تھے۔ قاضی صاحب کی شہرۂ آفاق تفسیر جسے دنیا تفسیر مظہری کے نام سے جانتی ہے، ان کے پیرو مرشد مرزا مظہر جانجاناں شہید کے نام سے معنون ہے۔ سرزمین ہند کے مسائل و معاملات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت قاضی صاحب نے ایک نہایت مختصر رسالہ "مالابد منہ" تحریر فرمایا جس میں نہایت اجمال کے ساتھ جملہ فقہی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ اس رسالے میں زکوٰۃ کے مسائل کے بیان میں قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جہاں صحرا میں چرنے والے ان مویشیوں (یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری) کی شرح زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے کہ جن کا گزارا صحرا میں اگنے والی خودرو جھاڑیوں پر ہی ہوتا ہے، یہ فرمایا کہ اس ملک (یعنی ہندوستان) میں چونکہ اس

نوع کے اموال اتنی تعداد میں نہیں پائے جاتے کہ ان پر زکوٰۃ کے نصاب کا اطلاق ہو لہٰذا اس کی تفصیل کی چنداں حاجت نہیں ہے' وہیں اگلے جملے میں یہ بات بھی فرمائی کہ :

"ہمچنیں احکام عشر زمین عشری کہ دراین دیار نیست و مسائل عاشر کہ بر طرق و شوارع باشد مذکور نہ کردہ شد"

(یعنی اسی طرح کا معاملہ عشری زمین کے احکام کا ہے کہ ہمارے ملک کی اراضی چونکہ عشری نہیں ہیں لہٰذا عشر کے احکام اور راستوں اور سڑکوں کے اطراف میں عشر وصول کرنے والوں سے متعلق مسائل کا ہم نے اس رسالے میں ذکر ہی نہیں کیا)

صاحب مقالہ جناب چوہدری صادق علی مرحوم نے ۱۹۶۸ء میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر فیصل آباد کے عہدہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد یہ مقالہ تحریر کیا۔ موصوف ایک نمایاں علمی حیثیت کے مالک تھے۔ اردو زبان کے علاوہ عربی' فارسی اور انگریزی پر بھی یکساں عبور حاصل تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ اور علامہ عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ؒ سے ایک طویل عرصہ نہایت قریبی تعلق رہا۔ مولانا احمد علی لاہوری ؒ کے درس قرآن میں شرکت کرنے اور ان سے تفسیر قرآن کا علم سیکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

چوہدری صادق علی مرحوم کے صاحبزادے میاں محمد اسلم صاحب جو نہ صرف یہ کہ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے باقاعدہ رکن ہیں بلکہ ایک طویل عرصے انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے صدر بھی رہے' کے ذریعے یہ بات ہمارے علم میں آئی کہ ان کے والد مرحوم ایک بار محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب جمعہ سننے کے لئے باہتمام لاہور تشریف لے گئے۔ بعد ازاں محترم ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کے متعدد کیسٹ سننے کا بھی انہیں موقع ملا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے درس سننے کے بعد مرحوم کا تاثر یہ تھا کہ "اہل لاہور کو مولانا احمد علی لاہوری مرحوم و مغفور کے بعد ایک اچھا درس قرآن ڈاکٹر اسرار احمد کی صورت میں ملا ہے"۔ زیر نظر مقالے کے علاوہ مولف نے بعض دیگر مضامین بھی تحریر فرمائے جو ہفت روزہ "خدام الدین" میں شائع ہوئے۔

(حافظ) عاکف سعید

مدیر اکادمی

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس کرۂ ارض پر دو بڑی سلطنتیں قائم تھیں۔ سلطنتِ ایران اور سلطنت روم۔ ان دونوں ملکوں میں جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام اپنی تمام قباحتوں کے ساتھ نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ امراء اور وزراء ٹھاٹ باٹ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ بقول شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ ایرانی امراء کے سروں پر جو پٹکے تھے وہ بھی ایک ایک لاکھ روپے کی قیمت کے ہوتے تھے۔ دوسری طرف عوام بیچارے ٹیکسوں کے بوجھ میں ایسے دبے ہوئے تھے کہ دو وقت کا کھانا بھی انہیں مشکل سے مہیا ہوتا تھا۔ یہ حال ان ملکوں کے عوام کا تھا جو اپنے زمانہ میں متمدن ترین شمار ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عروج دیا اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں یہ دونوں ملک مسلمانوں نے فتح کر لئے اور بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کا عادلانہ اقتصادی نظام نافذ ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں صرف چند سالوں میں عرب، عراق، ایران، روم، مصر اور شام وغیرہ تمام ممالک کے عوام میں وہ خوشحالی آگئی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اس عادلانہ نظام کی برکت سے مخلوق خدا اس قدر خوشحال ہو گئی کہ زکوٰۃ کے مستحق افراد کا تلاش کرنا مشکل ہو گیا اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دے دیا کہ آئندہ حکومت امیر لوگوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کرے گی کیونکہ حکومت کے لئے مستحقینِ زکوٰۃ کو تلاش کر کے ان میں زکوٰۃ تقسیم کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے، آئندہ یہ کام زکوٰۃ ادا کرنے والے خود کریں!۔ سبحان اللہ، کیا ہی اچھا زمانہ تھا۔ ہر فردِ مملکت کو ضروریاتِ زندگی یعنی روٹی کپڑا مکان وغیرہ باسانی دستیاب تھا۔

کس نباشد در جہاں محتاجِ کس

نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

زمانہ خلافت کے بعد جب پھر ملوکیت کا دور دورہ آگیا اور اسلام کی روشنی مخلوق کی نظروں سے اوجھل ہونا شروع ہو گئی' اسلام کی بجائے زمانہ جہالت کے نظریات پھر عالمِ انسانیت پر چھا گئے تو آہستہ آہستہ وہی زمانہ جاہلیت کے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام قریباً تمام دنیا پر رواج پا گئے۔ اسلامی ممالک میں بھی اگرچہ حکمران مسلمان تھے مگر اسلام کا عادلانہ اقتصادی نظام عملاً کہیں بھی نافذ نہ رہا۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی مسلمان حکمرانوں کے وقت جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام نافذ تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک تحریر میں سلطنتِ مغلیہ کے شہزادگان اور امراء کی تشبیہ ان امراء اور وزراء ایران کے ساتھ دی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ٹھاٹ باٹ کی زندگی بسر کر رہے تھے اور بیشتر عوام الناس کو روٹی کپڑا اور مکان بھی میسر نہ تھا۔

سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد انگریزوں کا دور آیا۔ انگریزی راج میں نظام سرمایہ داری اور جاگیرداری کو مزید فروغ حاصل ہوا۔

آزادئ ملک کے بعد اگر ہمارے حکمران پاکستان کی سرزمین میں اسلامی آئین اور اسلامی اقتصادی نظام نافذ کرنے کی سعی کرتے تو ہم بتدریج خلافت راشدہ کے دور کی برکات سے ہمکنار ہو سکتے تھے۔ مگر یہ بات قابل افسوس ہے کہ قائد اعظم اور لیاقت علی خان کے بعد ان کے جانشینوں نے حالات کو بدلنے کی کماحقہٗ کوشش نہ کی اور نظامِ حکومت کی اصلاح نہ ہو سکی۔ دورِ ایوبی میں تو سرمایہ داری نظام اپنے بدترین نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ صنعت و حرفت' درآمد و برآمد اور تجارت میں بدترین قسم کی اجارہ داریاں قائم ہو گئیں' جنہیں شریعت کی اصطلاح میں اکتناز اور احتکار کہا جاتا ہے۔ ان اجارہ داریوں کی بدولت ملک کی بیشتر دولت سمٹ کر بائیس خاندانوں میں آ گئی۔ ملک بیرونی قرضوں کے بوجھ میں دب گیا۔ اور ان قرضوں کا مفاد بھی بیشتر طور پر بائیس خاندانوں نے حاصل کیا اور عوام بتدریج غریب سے غریب تر ہوتے چلے گئے۔ عوام

میں ان سرمایہ داروں کے خلاف نفرت کا پھیل جانا ایک فطری امر ہے۔ اب ہمارے عوام اس موجودہ نظام سے تنگ آچکے ہیں اور اقتصادی انقلاب چاہتے ہیں۔

انقلاب کی خواہشمند جماعتیں

پاکستان کی تمام سیاسی اور دینی جماعتیں اصلاحات چاہتی ہیں' اگرچہ اصلاحات کے پروگراموں اور منشوروں میں قدرے تفاوت ہے۔ ان میں سے بعض حضرات اسلامی سوشلزم یا مساواتِ محمدی کے نام پر انقلاب کے خواہاں ہیں اور بعض خالص اسلام کے نام پر ملک کا نظام بدلنا چاہتے ہیں۔ تبدیلی کے سبھی خواہشمند ہیں اور اپنے اپنے پروگرام کے مطابق انقلابِ احوال کی تگ ودو بھی کر رہی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ہمارا ملک اساسی طور پر زرعی ملک ہے۔ ہماری آبادی کا قریباً اسّی فیصد حصہ زراعت سے وابستہ ہے۔ لہٰذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کاشت کار اور مزارع کی خوشحالی کے لئے فوراً قدم اٹھایا جائے۔ یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ جو حضرات زرعی اور صنعتی اصلاحات کو عین قرآن اور سنت کے مطابق نافذ کرنے کے دعویدار ہیں انہوں نے بھی خالص شرعی اقتصادی نظام کی تفصیلات عوام کے سامنے پیش نہیں کی ہیں۔ بیچارے کاشت کار اور مزدور زیادہ تر ناخواندہ ہیں۔ ان بیچاروں کو اب تک یہ بات ذہن نشین نہیں کرائی جا سکی کہ آئینِ شریعت اور مساواتِ محمدی نافذ کرنے سے ان کی اقتصادی حالت میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں گی۔ کیا اسلام انہیں کمیونزم اور سوشلزم سے کچھ زیادہ مراعات دے گا یا کم۔ لہٰذا وہ بیچارے رہنماؤں اور سیاسی جماعتوں کی کشمکش سے پریشان ہیں۔ ان کے قلوب کی یہ کیفیت ہے کہ: لا یَعرفون حقاً ولا یُنکِرون باطلاً (نہ تو انہیں یہ پتہ چلتا ہے کہ حق کس طرف ہے اور نہ وہ باطل کا انکار کر سکتے ہیں) اپنی محدود سمجھ کے مطابق بیچارے کسانوں اور مزدوروں کو یہی محسوس ہو رہا ہے کہ اسلامی سوشلزم یا محمدی مساوات کے نفاذ سے انہیں کچھ زیادہ ہی ملے گا۔ خالص اسلام کے دعویداروں نے

اپنے سیاسی منشورات میں تحدیدِ ملکیتِ اراضی کو شامل کیا ہوا ہے حالانکہ شریعتِ مطہرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

زمین کی حدِ ملکیت

تحدیدِ ملکیتِ اراضی شریعت کے بھی خلاف ہے' نیز اس سے کاشتکاروں کی مالی حالت میں خاطر خواہ تبدیلی نہیں ہو سکے گی۔ پاکستان میں بڑے زمینداروں کی تعداد بہت کم ہے' لہٰذا تحدیدِ ملکیتِ اراضی سے بہت تھوڑے مزارعان کو مالی فائدہ ہو گا اور کاشت کاروں کی بیشتر تعداد مایوسی کا شکار ہو جائے گی۔ اِس وقت ضرورت تو اس بات کی ہے کہ نظام زراعت میں ہمہ گیر انقلاب لایا جائے اور یہ کام شریعت کے حدود کے اندر رہ کر کیا جائے۔ اس ضمن میں علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ صورتِ مسئولہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں' نیز اس اہم معاملہ میں علمی تحقیق کر کے رہنمائی فرمائیں' تا کہ عوام زمین کے معاملہ میں شریعتِ مطہرہ کے احکام اور مساواتِ محمدی کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں اور اہل حل و عقد ان شرعی اصلاحات کو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آئین کا جزو بنا سکیں۔

تقسیمِ اراضی

ہند اور پاکستان کا یہ برصغیر مسلمانوں کی آمد سے قبل کفار کا ملک تھا۔ مسلمانوں نے مختلف اوقات میں اس کے مختلف علاقوں کو فتح کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مفتوحہ علاقہ کی اراضیات کو حکومتِ اسلامیہ شرعی لحاظ سے کیسے استعمال کر سکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب فقہ عمر میں اس مسئلہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب عراق کا ملک مسلمانوں نے فتح کیا تو بعض صحابہ کرامؓ نے یہ مطالبہ کیا کہ اس ملک کی تمام زرعی اراضی مجاہدین میں مال غنیمت کے طور پر

تقسیم کر دی جائے، جس طرح کہ مفتوحہ اموال کو تقسیم کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمیق نظر نے محسوس کیا چونکہ سلطنتِ اسلامیہ اب بہت وسیع ہو چکی ہے اور جزیرۃ العرب سے باہر کے ممالک بھی اس میں شامل کئے جا رہے ہیں لہٰذا اب مستقل فوج ممالکِ مفتوحہ میں رکھی جانی اشد ضروری ہے تاکہ مفتوحہ علاقوں میں لوگ بغاوت نہ کر سکیں۔ قبل ازیں کوئی مستقل فوج نہیں تھی۔ جب بھی ضرورت پیش آتی تمام مسلمان جہاد کے لئے روانہ ہو جاتے تھے اور اموالِ غنیمت میں سے ۴/۵ حصہ ان کو تقسیم کر دیا جاتا تھا اور خُمس بیت المال میں غربا، مساکین اور یتامیٰ کی پرورش کے لئے داخل کر لیا جاتا تھا۔ اب چونکہ مستقل فوج اور چھاؤنیوں کے قیام کی ضرورت ہے لہٰذا مفتوحہ علاقہ کی اراضی کو بجائے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے قومی ملکیت قرار دے دیا جائے اور اس کے لگان کی آمدنی سے فوج کی تنخواہیں ادا کی جائیں اور سامانِ حرب یعنی اسلحہ وغیرہ خریدا جائے۔ نیز اس آمدنی سے مملکت کے غربا اور مساکین بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ اس تجویز کی بعض صحابہ کرامؓ نے شروع میں مخالفت کی اور حضرت عمرؓ سے پُرزور مطالبہ کیا کہ عراق کی اراضی کو بھی مجاہدین میں تقسیم کیا جائے جیسا کہ خیبر کی اراضی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائی تھی۔ ان مطالبہ کرنے والوں میں حضرت بلالؓ بن حارث بھی شامل تھے۔ آخر ایک بڑی مجلس منعقد کی گئی جس میں جلیل القدر مہاجرین اور انصار نے شرکت کی۔ اس میں تمام اہلِ علم حضرات شامل ہوئے اور ایک دوسرے کے دلائل پر غور و فکر کیا۔

اراضی کی قومی ملکیت کے حق میں حضرت عمرؓ کے دلائل

(ا) نصِ قطعی یعنی قرآنی دلائل :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی سورۂ حشر کی مندرجہ ذیل آیات کی طرف توجہ دلائی جن میں مالِ غنیمت کے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں :

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ، وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا، وَاتَّقُوا اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

(اور جو کچھ پھیر لایا اللہ تعالیٰ اپنے رسول ؐ کی طرف (یعنی مالِ فے) ان بستیوں والوں سے پس وہ ہے واسطے اللہ کے واسطے رسول کے' واسطے قرابت والوں کے' یتیموں کے' فقیروں کے اور مسافروں کے' تا کہ مال و دولت تم میں سے صرف مال داروں ہی کے پاس نہ جمع ہو جائے۔ اور جو کچھ دیوے تم کو رسول ؐ پس لے لو اور جس سے منع کرے پس باز رہو' اس سے اور ڈرو اللہ سے' تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔)

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

(یہ مال فقیر مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے اور مالوں سے نکالے گئے ہیں' اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں' مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ؐ کی۔ یہی لوگ سچے ہیں۔)

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(اور یہ مال) ان لوگوں کے واسطے ہے جو رہتے ہیں دارِ ہجرت اور ایمان میں (یعنی مدینے میں) پہلے سے محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے ہیں اور اپنے دلوں میں اس چیز کے متعلق خلش نہیں پاتے جو

مہاجرین کو دی جائے۔ اور اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو خود تنگی ہو۔ اور جو کوئی اپنی جان کی بخیلی سے بچایا جائے، پس وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (سورۂ حشر، رکوع ۱)

(اور یہ مال) ان کے لئے بھی ہے جو ان کے بعد آئے، کہتے ہیں اے رب بخش دے ہم کو اور اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی برائی نہ رکھ جو ایمان لائے ہیں۔ اے ہمارے رب تحقیق تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔)

ان آیات میں واضح کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں پہلے نمبر پر مہاجرین کا حق ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دیا، نیز اللہ اور رسولؐ کے دین کی نصرت کے لئے جہاد کیا۔ دوسرے نمبر پر مال غنیمت میں ان کا حق ہے جو پہلے سے ہی مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور مہاجرین کے ساتھ سچے دل سے محبت کرتے ہیں، اگر مہاجرین کو کوئی چیز عطا کی جائے تو اس سے وہ اپنے دلوں میں خلش محسوس نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، یعنی ایثار کرتے ہیں حالانکہ وہ خود تنگی میں ہیں۔ تیسرے نمبر پر مال غنیمت میں ان کا بھی حق ہے جو بعد میں آنے والے ہیں اور ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں جو ایمان والے ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ یعنی مال غنیمت میں نہ صرف مجاہدین کا حصہ ہے بلکہ آئندہ نسلوں کے مفاد کے لئے بھی اسے صَرف کیا جا سکتا ہے جس کی یہی صورت ہے کہ زرعی اراضی کو حکومت کی ملکیت قرار دیا جائے اور اس اراضی کی آمدنی افواج پر اور دوسرے مستحقین پر خرچ کی جائے۔

(۲) سنّتِ رسول اللہ سے دلیل :

حضرت عمرؓ نے یہ دلیل بھی دی کہ زمانۂ نبوت میں خیبر کی اراضی تو مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی تھی مگر فتح مکہ کے بعد کفّارِ مکہ کی غیر منقولہ جائیداد کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا دونوں صورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے۔ یعنی حکومت چاہے تو ایسی اراضیات کو مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے تو مفتوحہ علاقہ کی زمین کو قومی ملکیت قرار دے دے یا سابقہ مالکوں کے پاس ہی رہنے دے۔

اجماعِ صحابہؓ سے زمین قومیانے کا ثبوت

ان تمام دلائل و شواہد پر غور و فکر کرنے کے بعد تمام صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کے ساتھ متفق ہو گئے اور عراق کی اراضی مسلمانوں کی قومی ملکیت قرار دے دی گئی۔ اس اراضی کے انتظام کے متعلق اجماع صحابہؓ کے ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا کہ عراق کے ذمی کفار جو اس وقت اراضی کاشت کر رہے تھے وہی بدستور کاشت کرتے رہیں مگر حکومت کو مناسب لگان (کراء الارض) ادا کریں۔ ان تمام واقعات کی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگردِ رشید امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی معرکہ آرا کتاب الخراج میں تصریح فرمائی ہے کہ حضرت عمرؓ کی تقریر سن کر سب صحابہ کرامؓ نے فرمایا :

فقالوا جميعًا الرأى رأيكَ فنعم ما قلتَ وما رأيتَ

(کتاب الخراج ص ۲۴ تا ۲۹)

(سب نے کہا رائے وہی صحیح ہے جو آپ فرماتے ہیں۔ آپ نے جو فرمایا اور مناسب سمجھا ہے وہی بہتر اور خوب ہے)

یعنی حضرت بلالؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ جو شروع میں حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے وہ سب اس پر متفق ہو گئے اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا کہ علاقہ مفتوحہ (محروسہ) کی اراضی قومی ملکیت میں لی جا سکتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ یہ واقعات تحریر کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں :

"یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق کا نتیجہ تھا اور دراصل اسی میں تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور خراج کا جمع ہونا اور اس کا مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہونا جماعتی مفاد کے اعتبار سے تقسیم اراضی کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر اور مفید تھا"۔ (کتاب الخراج، امام ابو یوسف، صفحہ ۲۴ تا ۲۹)

چونکہ خلافتِ راشدہ یعنی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس بات پر تمام امت کا اجماع ہوا تھا کہ مفتوحہ علاقہ کی اراضی قومی ملکیت میں لی جا سکتی ہے لہٰذا ہمارے اپنے ملک کے بعض مقتدر اور جید علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اس برصغیر کی اراضی بھی مفتوحہ علاقہ ہونے کی بنا پر قومی ملکیت میں لی جا سکتی ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کا فتویٰ

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے مرید اور متبحر عالم و شیخ کامل تھے، انہوں نے "تحقیق اراضیٔ ہند" کے نام سے ایک مستقل رسالہ شاہنشاہانِ مغلیہ کے دور میں تصنیف کیا تھا۔ اس رسالہ میں شیخ صاحب موصوف نے تصریح فرمائی ہے کہ اراضیٔ ہند شخصی مِلک نہیں بلکہ "ارضِ مملکت" اور وقف لِلمُسلمین ہو کر بیت المال کی ملکیت ہیں۔ اس رسالہ کی عبارت یہ ہے :

والحجة لعلمائنا فی التقریر تقریر امیر المؤمنین عمرؓ لسوادِ عراق بموافقة من الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین فی الهدایة فی باب الغنائم واذا فتح الامام بلدة عنوة ای قهرًا فهو بالخیار ان شاء قسمه مابین المسلمین کما فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم بخیبر وان شاء اقر اهله علیه ووضع علیهم

الجزية وعلىٰ اراضيهم الخراج كذلك فعل عمرؓ لسواد العراق بموافقة من الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين ولم يحمد من مانعه فى كل من ذلك قدوة فيتخير (تحقیق اراضئ ہند' ص ۳' بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام' مصنفہ: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی' ص ۴۰۰)

(ترجمہ:) ''اور تقریر (یعنی خلیفہ کا ملک کی زمین کو مسلمانوں کی انفرادی ملکیت بنانے کی بجائے مفتوح غیر مسلموں کے قبضہ میں باقی رکھنا اور اس کی ملکیت کو حکومت کی قرار دینا) کے متعلق ہمارے علماء احناف کی دلیل حضرت عمرؓ کی وہ تقریر ہے جو صحابہ کرام کی موافقت سے سوادِ عراق کے متعلق ان سے عمل میں آئی۔ ہدایہ باب غنائم میں ہے کہ اگر امام کسی شہر کو قہرا اور غلبہ کے ساتھ فتح کر لے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کی اراضی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کے متعلق کیا' اور چاہے تو مفتوح آبادی کے قبضہ میں اس کو رہنے دے اور اس پر جزیہ مقرر کر کے ان کی اراضیات پر خراج مقرر کر دے جیسا کہ عراق کی اراضی کے متعلق حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موافقت کے ساتھ کیا' جس کسی نے مخالفت کی تو اس کو ناپسند سمجھا گیا۔ بہرحال امام ان دونوں باتوں میں مختار ہے اور دونوں اس کی صوابدید کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں''۔

کیا پاکستان کی زمین زمینداروں کی مِلک ہے؟

ان تصریحات کے بعد حضرت تھانیسریؒ اس بحث کا خلاصہ یہ نکالتے ہیں :

''پس نتیجہ یہ نکلا کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہندوستان کی اکثر اور بیشتر اراضی ان لوگوں کی ملکیت نہیں جو اس پر قابض ہیں''۔ (تحقیق اراضی ہند' ص ۱۲ و ۱۳)

بعد میں حضرت محمد اعلیٰ تھانوی نے اپنے رسالہ میں اراضئ ہند کے متعلق یہی

فیصلہ کیا ہے کہ وہ فرد یا جماعت کی شخصی ملکیت نہیں ہیں بلکہ ارض مملکت اور ارضِ بیت المال ہیں۔ (بحوالہ العرف الشذی، تقریر رئیس المحدثین مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری، صفحہ ۲۸۶)

حکومت برطانیہ کے زمانہ میں بھی محققِ عصر حضرت شاہ عبدالعزیز نور اللہ مرقدہ نے بھی اپنے مشہور فتاویٰ موسومہ بہ "فتاویٰ عزیزی" میں یہی فیصلہ دیا کہ اراضی ہند بیت المال کی ملکیت ہیں، شخصی مملوکہ نہیں ہیں اور یہاں زمیندار مالک کی حیثیت میں نہیں بلکہ منتظم کی حیثیت میں ہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز رسالہ در احکام اراضی ہند قلمی فرمودہ۔ اندراں رسالہ ایں مذہب را بشواہد و دلائل بسیار ابطال فرمودہ۔ تحقیق فرمودہ اند کہ اراضی ہند بدستور اراضی سواد عراق موقوف بر ملک عامۂ مسلمین بے تخصیص است یعنی در ملک بیت المال است و زمینداراں رابیش از قیم بودن دخلے نیست و قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نیز دریں باب رسالہ نوشتہ ہمیں مسلک را ترجیح دادہ"۔

(ترجمہ) "حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک رسالہ اراضی ہند کے احکام کے متعلق لکھا ہے اور اس رسالہ میں انہوں نے اس مذہب کو (کہ ہندوستان کی زمین زمینداروں کی ملک ہیں) بہت سے دلائل اور شواہد سے باطل قرار دیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان کی اراضیات آج بھی بدستور سابق عراق کی اراضی کی طرح عامۂ مسلمین کے لئے وقف ہیں۔ یعنی بیت المال کی ملکیت ہیں، کسی شخص یا فرد کی ملکیت نہیں اور نہ زمینداروں کی ملکیت ہیں اور نہ زمینداروں کو نگران ہونے سے زیادہ دخل ہے، اور قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ نے بھی اس بارہ میں ایک رسالہ تصنیف کیا اور انہوں نے اس میں شیخ جلال الدین تھانیسری ہی کے مسلک کو

ترجیح دی ہے۔

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے :

"مگر بنا بر آنچہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس اللہ سرہٗ در رسالۂ خود اختیار فرمودہ اند کہ زمین ہندوستان در ابتدائے فتح مانند سواد عراق کہ در عہدِ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتوح شدہ بود موقوف بر ملک بیت المال است و زمینداراں را بیشتر از تولیت و داروغگی تردد و فراہم آوردن مزارعین و اعانت و زراعت و حفظ دخلے نیست۔ چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشار باں میکند و تغیر و تبدل زمینداری و عزل و نصب زمینداری و اخراجِ بعضے ازانہا و اقرارِ بعضے و عطائے بعضے اراضی بافغاناں و بلوچاں و سادات و قدوانیاں بصیغہ زمینداری دلالتِ صریحہ بریں مے کند..... الخ (فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۴۳ مجتبائی)

(ترجمہ) "شاید اس مسلک کی بنیاد پر کہ جو حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس اللہ سرہ نے اپنے رسالہ میں اختیار فرمایا ہے کہ ہندوستان کی سرزمین ابتدائے فتح میں عراق کی طرح (جو کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا) بیت المال کی ملک پر ہی قائم ہے اور زمینداروں کو اس کے سوائے کہ وہ اس کے متولی اور داروغہ یعنی منتظم ہیں اور کاشت کاروں کو تلاش کر کے زمین دینے، زراعت میں اعانت بہم پہنچانے اور اسی ذمہ داری کے غور و فکر میں رہنے کے اور کوئی حق نہیں ہے اور نہ ان کی ملکیت کا کوئی دخل ہے۔ چنانچہ لفظ زمیندار بھی اسی کی خبر دیتا ہے اور زمینداری میں تغیر و تبدل اور عزل و نصب اور بعض کا اخراج اور بعض کے لئے اثبات اور بعض کی داد و ہش مثلاً افغاناں، بلوچ، سادات، مشائخ وغیرہ کو زمینداری کے اصول پر زمین دینا اس دعوے کی صریحاً تائید کرتے ہیں"۔

مندرجہ بالا فتاویٰ جو کہ احناف کے جید علماء یعنی حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری حضرت مولانا محمد اعلیٰ تھانوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے صادر

فرمائے ہیں' ان سے صاف واضح ہے کہ پاکستان کی بیشتر اراضی کو حکومت وقت بلا معاوضہ قومی ملکیت قرار دے سکتی ہے اور ایسا کرنا شریعتِ حقہ کے عین مطابق ہے۔ ہاں البتہ جو اراضیات حکومت نے خود فروخت کی ہوئی ہیں یا جو بنجر اراضیات آباد کاری سکیموں کے تحت لوگوں نے آباد کی ہوئی ہیں' ان اراضیات کو حکومت بغیر معاوضہ ادا کرنے کے نہیں لے سکتی۔ ایسی اراضیات کو بھی معاوضہ ادا کر کے قومی ملکیت میں لیا جا سکتا ہے۔

زمین قومی ملکیت قرار دینے کے بعد کی صورت

دوسرا سوال یہ ہے کہ قومی ملکیت میں لینے کے بعد زمینوں کی کاشت کا کیا انتظام کیا جائے۔ اس سلسلہ میں بھی حضرت عمر فاروقؓ کا طرز عمل جو انہوں نے عراق کی اراضیات کے متعلق اختیار فرمایا بہترین مثال ہے۔ اسوۂ فاروقی کے مطابق اس وقت جو شخص اراضی کو کاشت کر رہا ہے' خواہ بطور مالک اور خواہ بطور مزارع' وہ زمین اسی کے پاس رہنے دی جائے اور وہ حکومت کا مزارع قرار دیا جائے۔

اس مزارعت میں رقبہ کے متعلق کوئی تحدید نہ لگائی جائے۔ اگر ایک شخص بطور مالک یا مزارع بیس مربع اراضی یا اس سے بھی زیادہ رقبہ ٹریکٹروں وغیرہ سے خود کاشت کر رہا ہے تو وہ بدستور کاشت کرتا رہے اور حکومت کا مقرر کردہ لگان علاوہ معاملہ مال و نہر کے ادا کرے۔ اس طرح زمین پر سے غیر قابض مالکان کا بوجھ اتر جائے گا اور موجودہ صورت میں نہ کوئی مالک رہے گا نہ مزارع۔ سب ایک سطح پر آ جائیں گے اور کاشت کار کہلائیں گے۔ جو کاشت کرے گا وہی کھائے گا اور حکومت کا حق حکومت کو ادا کرے گا۔ اس طرح سے اراضیات کے سلسلہ میں مساواتِ محمدیؐ قائم ہو جائے گی۔ اس پالیسی کو اختیار کرنے سے ملک کی زرعی پیداوار میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو گا اور کاشتکاران یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اراضی کی تمام پیداوار انہی کے گھروں میں جائے گی وہ خوب محنت کریں گے۔ غیر قابض مالکان کا بوجھ اتر جانے سے وہ خوشحال

ہو جائیں گے کیونکہ حکومت کو تو بہت معمولی سالگان انہیں دینا پڑے گا اور موجودہ صورت میں انکی خون پسینہ کی کمائی کا بیشتر حصہ غیر قابض مالکان بٹائی وغیرہ کی صورت میں ہضم کر لیتے ہیں اور طرح طرح کی بیگاروں سے بھی نجات کی صورت نکل آئے گی۔ موجودہ صورت میں تو بیچارے مزارعان کو بڑے اور چھوٹے تمام مالکان کے ظلم و ستم سہنے پڑتے ہیں۔

بڑی بڑی زمینداریاں اور جاگیرداریاں سب ختم ہو جائیں گی اور بڑے بڑے زمیندار صرف خود کاشتہ رقبہ ہی اپنے پاس رکھ سکیں گے اور وہ بھی حکومت کے مزارع کے طور پر نہ کہ بطور مالک۔ جو خود کاشت نہیں کر رہے، خواہ وہ بڑے مالک ہیں یا چھوٹے، زمین کی آمدنی میں سے ایک کوڑی نہیں لے سکیں گے۔ یہ بڑے زمیندار بھی خود کاشتہ رقبہ پر پہلے سے زیادہ محنت کر سکیں گے کیونکہ دوسری اراضیات کی جو وہ مزارعان سے بٹائی وغیرہ لے رہے تھے، ختم ہو جائے گی اور وہ بھی کاشت کاروں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں گے اور دوسروں کی طرح ان کو بھی حکومت کا لگان دینا پڑے گا۔ اب سب کی پوزیشن مساوی ہوگی، اور اس طرح مساواتِ محمدی صحیح معنوں میں وجود میں آئے گی۔

ع نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز!

اسلام میں کاشتکار کا لحاظ اور لگان کی شرح

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کاشتکاروں سے کس شرح سے لگان وصول کرے گی۔ اس معاملہ میں بھی ہمیں سنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو مشعل راہ بنانا چاہیئے۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم نے لگان یا خراج وصول کرنے میں یہ چیز ملحوظ رکھی تھی کہ کاشتکاروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اور ہر حالت میں حکومت کے مفاد سے زیادہ کاشتکار کی خوشحالی کا خیال رکھا گیا تھا۔ اسی طرح حکومت پاکستان کو بھی کاشتکاروں کی خوش حالی کی خاطر

بہت کم شرح لگان مقرر کرنی چاہئے۔ حضرت امام یوسفؒ "کتاب الخراج میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے خراج کے تقرر میں زیادہ سے زیادہ تخفیف کو پیش نظر رکھنے کی تنبیہ فرمائی تھی اور ارشاد فرمایا تھا:

انظرا لا تکونا حملتما الارض مالا تطیق، اما لئن بقیتُ لأرامل اهلِ العراق لادعهنّ لا یحتجن الیٰ احدٍ بعدی (کتاب الخراج صفحہ ۳۷۔ بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۱۸۰)

"خراج مقرر کرتے وقت خوب دیکھ بھال کر لیا کرو کہ کہیں لگان زمین کی حیثیت سے زیادہ تو نہیں ہو گیا۔ اگر میں زندہ رہا تو اہل عراق کی بیواؤں کو ایسا متمول کر دوں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کی محتاج نہ رہیں"۔

اس کتاب میں امام ابو یوسفؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب عراق کا خراج وصول ہو کر آتا تو عراق کے متمدن شہروں کوفہ اور بصرہ سے دس دس آدمیوں کے وفد بلاتے اور وہ چار مرتبہ قسمیں کھا کر شہادت دیتے کہ ہم سے جو کچھ وصول کیا گیا ہے بغیر کسی ظلم کے برضا و رغبت وصول کیا گیا ہے، اس میں نہ تو کسی مسلمان پر ظلم کیا گیا ہے اور نہ کسی ذمی کافر پر۔ پھر امام صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ثم تکون المقاسمات فی اثمار ذلک او یقوم ذلک قیمة عادلة لا یکون فیها حمل علی اهل الخراج ولا یکون علی السلطان ضرر ثم یُؤخذ منهم ما یلزمهم من ذلک، ای ذلک کان اخف علی اهل الخراج فعل ذلک بهم (کتاب الخراج، صفحہ ۱۱۴)

(ترجمہ:) "پھر ان پھلوں کو بانٹ لیا جائے یا ان کی قیمت انصاف کے ساتھ اس طرح لگائی جائے کہ وہ اہل خراج پر بوجھ نہ ہو اور نہ حکومت ہی کو نقصان پہنچے۔ پھر ان کے ذمہ اس طرح جو لازم آئے وہ ان سے لے لیا جائے۔ مگر یہ

پیش نظر رہے کہ ان دونوں صورتوں میں سے وہی اختیار کی جائے جو اہل خراج کے لئے سہل اور آسان ہو"۔

لگان میں رفق و تسکین

کاشتکاروں سے خراج اور لگان وصول کرنے کے لئے جو اصول امام موصوف نے بیان فرمائے ہیں' ان کی روح مندرجہ ذیل لفظوں میں بیان کی ہے

فخذہ فی رفقٍ و تسکینٍ لاھل الارض (کتاب الخراج ص ۸۳)

"اور تم خراج اس طرح لو کہ اہل زمین یعنی کاشت کار کو اس کے ادا کرنے میں نرمی اور تسکین رہے"۔

سبحان اللہ! امام صاحبؒ نے کاشتکار کو اہل زمین کا خطاب دیا ہے یعنی زمین دراصل اسی کی ہے۔

قرآن اور سنت کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام ایک ایسا عادلانہ نظام معاشرہ میں لانا چاہتا ہے جس میں سوسائٹی کے پس ماندہ طبقہ یعنی کسان اور مزدور کے ساتھ رفق اور تسکین کا معاملہ کیا جائے تا کہ معاشرہ کا کوئی فرد ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے اور سب کے لئے حق معیشت میں مساوات ہو' اگرچہ اسباب معیشت میں فطری تفاوت کو روا رکھا جائے۔ اسلام کا اقتصادی نظام عوام کی خوشحالی کا مقتضی ہے اور پاکستان کی اَسّی فیصد آبادی جو زراعت سے وابستہ ہے اس کی خوشحالی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اراضی کی تمام پیداوار کا انہیں مستحق بنا دیا جائے اور وہ صرف معمولی لگان حکومت کو ادا کریں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے الفاظ میں رفق اور تسکین کاشتکاران کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے۔ فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں اس رفق و تسکین کا عملی طور پر یوں انتظام کیا گیا تھا کہ کسانوں سے لگان کی شرح بہت ہی معمولی تھی۔ مندرجہ ذیل نقشہ میں عراق کی اراضیات پر حضرت فاروق اعظمؓ کا مقرر کردہ لگان درج کیا جاتا ہے۔

فصل	رقبہ		لگان فی جریب (۴ کنال)
گندم	فی جریب یعنی پون بیگھہ پختہ	(۴ کنال)	۲ درہم
جو	"		۱ "
نیشکر	"		۶ "
روئی	"		۵ "
انگور	"		۱۰ "
کھجور	"		۱۰ "
تل	"		۸ "
ترکاری	"		۳ "

بعض اراضیات جو بہت زرخیز تھیں اور زیادہ پیداوار دیتی تھیں، ان پر گندم کا لگان دو درہم کی بجائے چار درہم لگایا گیا تھا اور جو کا ایک درہم کی بجائے فی جریب دو درہم لگان مقرر کیا گیا تھا۔ مصر کی اراضی دریائے نیل کی وجہ سے زیادہ زرخیز تھی للذا وہاں قدرے لگان بھی زیادہ مقرر کیا گیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ لگان باغات کا تھا جو کہ سات آٹھ روپے فی ایکڑ سے زیادہ نہ تھا۔ ہماری حکومت کو بھی فاروق اعظمؓ کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر اراضی کو قومیانے کے بعد کسانوں کے ساتھ رفق اور تسکین کا برتاؤ کرتے ہوئے قریباً اسی شرح سے لگان مقرر کرنا چاہئے۔ فقہائؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جب امام کسی زمین پر ابتدائی طور پر لگان مقرر کرنا چاہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حضرت عمرؓ کی شرح لگان سے زیادہ لگان تجویز کرنا ناجائز ہے، کیونکہ اہل خراج کے زیادہ طاقت رکھنے کے باوجود حضرت عمرؓ نے خراج نہیں بڑھایا تھا۔ فقہ کی مشہور کتاب بحرالرائق کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں :

واما اذا اراد الامام توظیف الخرج علی ارضٍ ابتداءً و زاد علٰی وظیفۃ عمرؓ فانہ لایجوزعند ابی حنیفہؒ وھو الصحیح لان عمر رضی اللہ عنہ لم یزدلما اُخبِر بزیادۃ الطاقۃ (بحرالرائق، ص ۱۱۷)

"جب امام کسی اراضی پر ابتداء لگان تجویز کرنے کا ارادہ کرے تو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدار سے

زیادہ لگان مقرر کرنا ناجائز نہیں ہے اور یہی صحیح فتویٰ ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو اطلاع دی گئی تھی کہ اہل خراج زیادہ ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں' پھر بھی انہوں نے خراج کو نہیں بڑھایا تھا"۔

مندرجہ بالا فتوے کی روشنی میں ہماری حکومت کو کسانوں سے قریباً اسی شرح پر لگان لینا چاہئے جس شرح سے حضرت فاروقؓ لیا کرتے تھے۔ اراضیات کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے ہاں لگان کی شرح پانچ روپے سے پندرہ روپے فی ایکڑ سالانہ مقرر کرنی مناسب ہے۔

اگر ہمارے منتخب شدہ نمائندگان اسمبلی غور و خوض کے بعد تین گنا معاملہ مال کے برابر بھی لگان مقرر کردیں تو کسان اسے بخوشی قبول کرلیں گے' جیسا کہ تقسیم ملک کے فوراً بعد مہاجرین سے عارضی طور پر الاٹ شدہ متروکہ اراضیات کا لگان وصول کیا جاتا رہا ہے۔

مندرجہ بالا تجاویز پر عمل کرنے سے ہمارے کسان خوش حال ہو جائیں گے اور برسر اقتدار پارٹی یعنی پیپلز پارٹی کا مقصد[1] بھی پورا ہو جائے گا اور غریب عوام ان کو دعائیں دیں گے۔ ان شاء اللہ علمائے کرام بھی ان تجاویز کی مخالفت نہیں کریں گے کیونکہ یہ اقدامات شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق ہوں گے۔

دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ حکومت کے خزانہ میں کروڑوں بلکہ اربوں روپوں کا سالانہ اضافہ ہو گا اور یہ رقوم جہاد پر اور عوام کی فلاح پر خرچ کی جا سکیں گی۔ جو

---

[1] واضح رہے کہ یہ تحریر اس دور کی ہے جب پیپلز پارٹی نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی قیادت میں ملک کی زمام کار سنبھالی تھی۔ بھٹو مرحوم چونکہ ملک سے جاگیردارانہ نظام کے خاتمے اور "مساواتِ محمدیؐ" کے نفاذ کا نعرہ لگا کر برسر اقتدار آئے تھے لہٰذا اس وقت ان سے ملک کی زرعی معیشت میں انقلابی نوعیت کی تبدیلیوں کی توقع کی جا رہی تھی ۔۔۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ! بھٹو صاحب کے بارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بجا طور پر فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع فراہم کیا تھا کہ وہ اس ملک کے "ماؤزے تنگ" بن سکتے تھے لیکن وہ خود اپنی جاگیردارانہ کھلڑی سے باہر نہ نکل سکے۔ (ادارہ)

اراضیات حکومت نے لوگوں کے پاس فروخت کی ہوئی ہیں یا جو اراضیات مختلف آباد کاری سکیموں کے ماتحت لوگوں نے آباد کر رکھی ہیں ان کا معاوضہ بھی اسی زائد وصول شدہ رقوم سے ادا کیا جا سکتا ہے کہ بالآخر تمام اراضی قومی ملکیت میں لے لی جائے اور تمام ملک میں ایک ہی پالیسی پر عمل کیا جائے۔

تحدید ملکیت سے کسانوں کے لئے ہمہ گیر فوائد حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ بڑے زمینداروں کی تعداد اس ملک میں زیادہ نہیں ہے۔ اور پھر تحدید کی صورت میں وہ اپنے خاندان کے ہر فرد کے نام معقول اراضی منتقل کر کے بہت کم اراضی حکومت کے حوالے کریں گے اور اس کی بھی غالباً قیمت مزارعان کو ادا کرنی پڑے گی۔ اس وقت تمام غیر قابض مالکان خواہ وہ چھوٹے ہیں یا بڑے کسانوں کا خون چوس رہے ہیں۔ تمام کسانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ انہیں سب سے نجات دلا کر اراضی کی تمام پیداوار کا مستحق بنایا جائے۔ اس صورت میں وہ خوشی سے حکومت کو مناسب لگان ادا کریں گے۔ یہ لگان تین گنا معاملہ مال سے زائد نہ ہو۔ جب شرعی طور پر بیشتر اراضی کو بلا معاوضہ قومی ملکیت میں لیا جا سکتا ہے تو ہماری حکومت کو کونسا عذر ایسا کرنے سے مانع ہے۔ عوام بھی خوش ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہو گا۔ غیر شرعی نظام کے نفاذ سے اللہ تعالیٰ بھی ہم سے ناراض ہو گا اور بیچارے کسانوں کو اقتصادی حالت میں بھی خاطر خواہ تبدیلی نہیں آئے گی۔

اخیر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت سعی کرے کہ مشینی آلات سے ترقی یافتہ زرعی طریقوں کو رائج کیا جائے تا کہ ملک کی پیداوار میں اضافہ ہو۔ اس غرض کے لئے کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹی ہائے قائم کی جائیں اور اس طرح سے چھوٹے چھوٹے رقبہ جات کو بڑے فارموں میں ضم کیا جائے۔ اس وقت تقریباً دس فی صدی رقبہ کی پیداوار مویشی کھا جاتے ہیں۔ مشینوں کی کاشت سے غلہ پیدا کرنے کے لئے رقبہ کا اضافہ ہو جائے گا۔ ہاں البتہ بڑے بڑے فارم قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ملک میں صنعت کو ترقی دی جائے تا کہ جو کسان فارموں کے قیام کی وجہ سے بے کار

ہوں انہیں روزگار مہیا کیا جا سکے۔ حکومت کی پالیسی یہی ہو کہ زمین کی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے بچا جائے تا کہ ہماری ملکی پیداوار پر برا اثر نہ پڑے۔ کام بے شک مشکل اور کٹھن ہے مگر ملک اور قوم کا فائدہ اسی میں ہے۔

امید ہے کہ علمائے کرام اور ہمارے منتخب نمائندگان میری گزارشات پر توجہ دے کر عنداللہ ماجور رہوں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مرکزی **انجمن خدّام القرآن** لاھور

کے قیام کا مقصد

منبع ایمان —— اور —— **سرچشمۂ یقین**

قرآنِ حکیم

کے **علم و حکمت** کی

وسیع پیمانے —— اور —— اعلیٰ علمی سطح

پر تشہیر و اشاعت ہے

تاکہ اُمّتِ مسلمہ کے فہیم عناصر میں **تجدیدِ ایمان** کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے

اور اس طرح

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ —— اور —— غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی

کی راہ ہموار ہو سکے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ